نوآبادیاتی عہد کے زیرِ اثر اردو میں تانیثی رجحانات ایک مطالعہ

ڈاکٹر منزہ مبین
چیئرپرسن شعبہ اردو
ویمن یونیورسٹی، صوابی

FEMINIST APPROACES IN URDU UNDER COLONIALISM

Munaza Mubeen
Chairperson, Department of Urdu
Women University, Sawabi

Abstract

Just like other parts of the world the sub-continental woman was considered inferior to man. Although in colonial time, awareness took place amongst sub-continental women through European Missionaries and female activists. As a result, women got educated and came forth for holding various positions in society, and yet they enabled themselves to raise their voices for their rights. While striving for raising their voices for their rights, beside other activities they also used medium of literature. This article sheds light on the language and literature of sub continental women under the colonial influence.

Keywords:

اردو، ادب، نوآبادیات، غزل، فیض احمد فیض، عصمت جمیل

ہندوستان میں برطانوی سامراج سے قبل مغل سلطنت اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ موجود تھی۔مغل حکمرانوں کی کاہلی، نااہلی اورعیش پرستی کے سبب مغل سلطنت بکھر گئی۔اس ناگفتہ بہ صورت حال کا فائدہ اٹھا کرانگریزوں نے اپنے قدم مضبوطی سے ہندوستان میں جما لیے تھے۔جب بھی کوئی ایک قوم کسی دوسرے ملک یا قوم پر قبضہ کرتی ہے تو وہاں کے مقامی لوگوں کی زندگیوں کا رخ اس سمت مڑ جاتا ہے جس جانب نوآبادکار موڑنا چاہتا ہے۔نوآبادکار کی خواہشات ومفادات کے عین مطابق مقامی لوگوں کی زندگیوں کے فیصلے کیے جاتے ہیں۔نوآبادیاتی معاشرے میں جتنی طاقت وقوت کا علمبردار نوآبادکار ہوگا اسی تناسب سے مقامی آبادی کا استحصال ہوتا ہے۔یوں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مقامیوں کے ذہنوں پر سیاسی ،تہذیبی، ثقافتی،علمی وادبی سطح پر بے تحاشا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔شومئی قسمت سے اسی قسم کی صورت حال سے ہندوستانیوں کو بھی دوچار ہونا پڑا۔ہندو پاک تضادات کے مضر اثرات سے سب سے زیادہ ''عورت'' متاثر ہوئی۔دیگر معاشروں کی طرح ہندوستانی معاشرے میں بھی مردوں کو اولیت حاصل تھی۔عورت دوسرے درجے کی مخلوق تھی جس کا واحد مقصد نسل انسانی کا فروغ قرار پایا تھا۔گھروں کے دریچوں سے باہر جھانکنا عورت کے لیے ناممکن تھا حتی کہ معاشی طور پر بھی خواتین مرد کے نان ونفقے کی محتاج تھیں۔فیض نے عورتوں کی ذہنی ونفسیاتی کیفیت کو ایک قیدی کے مماثل قرار دیا ہے۔اپنے ایام اسیری کے دوران ایک خط میں لکھتے ہیں:

> جیل خانے کی زندگی میں بہت چھوٹی چھوٹی خودغرضیاں وافر اور نمایاں ہو جاتی ہیں۔قید سے پہلے پردہ نشین خواتین کی ذہنیت کا کبھی ایسا صحیح شعور پیدا نہیں ہوا تھا جیسا کہ اب ہے۔یہ ذہنیت ہر قیدی کی عام ذہنیت ہے۔اب معلوم ہوا کہ کم ظرفی ،گھٹیا پن،چھوٹی چھوٹی الجھنوں سے اتنی لگن کہ وہ عالمگیر مسائل دکھائی دینے لگیں اور واقعی اہم اور غیر ذاتی مسائل سے قطعی بے تعلق،کینہ پرور،بدمزاجی کبھی خودسری کبھی خاک بوسی کبھی ہاتھ پاؤں ہلانے سے قطعی گریز اور کبھی بے وجہ کی بھاگ دوڑ مقید اور محکوم زندگی کے عام ذہنی اور عملی لوازمات میں جو آسانی سے آزاد لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے۔''(۱)

عورت کے عمل کا دائرہ بھی مرد معاشرے کے اخلاقی معیاروں کے مطابق تھا۔اگرچہ اسلام نے عورت کو برابری کی سطح پر حقوق دیے ہیں لیکن ان کا عملی اظہار ہندوستانی معاشرے میں کم وبیش نظر آتا ہے کیونکہ اسلامی قوانین کو معطل کر کے رواجی قوانین کی پاس داری کی جاتی تھی:

> ''انیسویں صدی کے آغاز ہی سے برصغیر کے کچھ علاقوں پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا تھا اور وہ عیسائی مشنریوں نے عورت کی حالت کی اصلاح کے لیے کام شروع کر دیا تھا لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فیمنزم کا نظریہ برصغیر پر مسلط کیا گیا بلکہ یہ وقت کی اہم ضرورت

تھی ۔۔۔۔یورپ اور برصغیر کی فیمنسٹ یا بیداری نسواں کی تحریکوں میں بنیادی فرق ہے کہ مغرب کی عورت نے سماجی ڈھانچے کو چیلنج کیا جب کہ برصغیر میں سماجی ڈھانچے کو متاثر کیے بغیر عورتوں کا معیار زندگی بلند کرنے کی کوشش گئی۔لیکن یہ بات اہم ہے کہ برصغیر کی عورت کو ہر قسم کے حقوق دلوانے میں مغرب کی نسواں کی تحریکوں نے پس پشت قوت کے طور پر کام کیا۔''(۲)

مغرب میں ابھرنے والی تانیثی تحریک کی بنیاد ۱۸۴۸ء میں امریکہ میں منعقد ہونے والی پہلی کانفرنس بنی جس میں نسائی مسائل،حقوق سے متعلق مباحث پر آواز بلند کی گئی۔بعدازاں اس کانفرنس سے متاثر ہوکر ''حقوق نسواں،تحریک نسواں،محکومی نسواں،آزادی نسواں'' کے نام سے مختلف انجمنیں، تنظیمیں اور ادارے وجود میں آئے جن کا اولین مقصد عورتوں کو بغیر کسی جنسی و طبقاتی تخصیص کے معاشرے میں سیاسی،سماجی،اخلاقی واقتصادی سطح پر حقوق دلوانا ٹھہرا۔اس سیاسی وسماجی سطح پر ابھرنے والی تحریک کے اثرات ادب میں موضوعاتی سطح پر در آنا کوئی اچھنبے کی بات نہیں ۔یوں یہ تانیثی فکر رفتہ رفتہ ادب کا حصہ بننے لگی اور مغربی ادبیات میں ہمیں تانیثیت کے حامل ادبا میں جان سٹوورٹ مل (John Stuart Mil)،سیمون دی بور (Simon De Beaivor)،گر مین گریئر (Germiane Greer)، جوڈتھ بٹلر (Judith Butler)،ورجینیا وولف (Vergina Woluf)، ایچ۔جی۔ویلز (H.G.Veliz)،جولیا کرسٹیوا (karstiva jolia)،ایلی سیزو،ماریا انتونیتا، برونٹیس (Brontes)،برنارڈشاہ(Barnard Shah) وغیرہ نمایاں نام نظر آتے ہیں۔جن کی تحریریں تانیثی نقطہ نظر کی غمازی کرتی ہیں۔اس حوالے سے جان نثار مومن لکھتے ہیں:

''ان تخلیقات میں تانیثی رجحانات ہیں۔جو خواتین کی بازیافت،شناخت،سیاسی وسماجی مرتبے، استحصال،محکومی محرومی اور جبر واستبداد ان تمام معاملات کو وکیلوں کی طرح منطقی اور سائنسی دلائل سے تشریحات پیش کرتے تانیثی رجحان رفتہ رفتہ بین الاقوامی سطح پر پھیل گیا۔''(۳)

مغربی تانیثی فکر کے تناظر میں دیکھا جائے تو اردو ادب میں تانیثی پہلو آغاز ہی سے غزل،ریختی وناول کی صورت میں نظر آتے ہیں۔اردو ادبی منظر نامے پر اگرچہ ابتدا ہی سے خواتین بحیثیت شاعر ونثر نگار کے طور پر دکھائی دیتی ہیں لیکن دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح ادب میں بھی ایک طویل عرصہ تک مرد ادیبوں کو برتری حاصل رہی۔مردوں نے اپنے نقطہ نظر سے عورت کے روپ سروپ کو پیش کیا اور کہیں پر بھی اسے بحیثیت انسان کے پیش نہیں کیا۔جبکہ ادب میں تانیثی فکر کے حوالے سے ابوالکلام قاسمی لکھتے ہیں:

''غزل کی حکمرانی نے تو عورتوں پر تغزل کے دروازے اس طرح بند کیے تھے کہ وہ جان غزل تو بن سکتی ہے مگر خود غزل گو نہیں بن سکتی تھی۔''(۴)

مندرجہ بالا اقتباس کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو یہ نسائی تخلیقات پدرانہ جبر،نسائی سوز وساز اور جستجو کی عکاسی کرتی ہیں۔خواتین مرد اساس معاشرے میں اپنی شناخت کی متلاشی ہیں۔طبقہ نسواں کو ہر معاشرے کی طرح ہندوستانی معاشرے میں بحیثیت ایک جیتا جاگتا،سوچنے سمجھنے،قوت ارادی کا حامل انسان قبول کرنا ایک ناممکن امر رہا ہے۔ جیلانی بانو عورت کے متعلق سماجی رویوں پر تنقید کرتے ہوئے کچھ اس طرح سے رقمطراز ہیں کہ ''عورت کو خوبصورت ہستی تو کہا جا سکتا ہے،لیکن اسے انسان نہیں کہا جاتا۔مرد کے لیے عورت صرف ایک ''شے'' ہے۔دلچسپی اور دل بہلانے کا ذریعہ صدیوں تک عورت کے دو ہی روپ تھے۔ محبوبہ یا ماں۔دونوں مردوں کی ضرورتیں تھیں۔عورت کا حسین ہونا شرط ہے۔کیونکہ ادب کا موضوع عورت نہیں حسین عورت ہے۔''اس بیانیے کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ جیلانی بانو عورت کو ایک مسخ شدہ جنس کی مظلومیت کے برعکس ایک آزاد خودمختار وحدت کے طور پر دیکھنے کی خواہشمند ہیں۔

تانیثیت کی تحریک نے ہندوستان میں اس وقت زور پکڑا جب نوآبادیاتی نظام معاشرت کے تحت مغربی افکار ونظریات کی ترویج وتوضیح ہونے لگی تھی۔کیونکہ اس وقت عورتوں کی حالت زار قابل رحم تھی کسی بھی پلیٹ فارم پر عورتوں کی نمائندگی نہ ہونے کے برابر تھی۔نثار کبریٰ عظیم آبادی بہار کی پہلی صاحب دیوان شاعرہ (رشیدالنسا کی بیٹی) کے بقول ہندوستانی عورت کی حالت زار یہ تھی:

''کسی کام کے بھی نہ قابل ہیں نسواں
فقط نیم وحشی میں داخل ہیں نسواں
عزیزوں کے ہاتھوں سے گھائل ہیں نسواں
ہر اک قوم سے بڑھ کے جاہل ہیں نسواں
برے ایسے ہیں ان کے مقسوم، دیکھو
انہیں عظمیٰ نعمت سے محروم، دیکھو'' (۵)

انیسویں صدی میں برصغیر میں موجود پدرسری نظام کو تبدیل کرنے کی کوششیں بڑے بڑے نامور مصلحین کے ہاں بھی کثرت سے دکھائی دیتی ہیں۔ادبی سطح پر نسائی شعور بیدار کرنے والے مصنفین میں ڈپٹی نذیر احمد، مولوی وزیر علی،رشید النسا ،رشندری دیوی، رقیہ سخاوت حسین،سجاد حیدر یلدرم، راشدالخیری، شکیلہ اختر،شائستہ اکرام اللہ،صدیقہ بیگم،رضیہ سجاد ظہیر وغیرہ کے نام نمایاں ہیں۔انیسویں صدی کے نصف آخر میں عورتوں کے لیے چار قسم کا ادب سامنے آیا جس کی پہلی قسم ناصحانہ ادب کی ہے جو مختلف رسائل پر مشتمل تھا مثلاً مجالس النسا وغیرہ۔دوسری قسم مذہبی رسائل (تحفۃ الزوجین ،آداب النساء) ہے۔تیسری قسم تمثیلی قصے (مراۃ العروس،بنات النعش،توبۃ العصوع، فسانہ مبتلا،ایامی،رویائے صادقہ، اصلاح النسا، شعلہ پنہاں) وغیرہ اور چوتھی قسم معلوماتی کتب کے تراجم (رسوم ہند،منتخب الحکایات، سیر ظلمات) شامل ہیں۔

اردو ادب میں باقاعدہ طور پر تانیثیت کا آغاز ترقی پسند تحریک کے تحت ہوا۔ترقی پسند تحریک کے منشور میں جو نکات شامل تھے انھوں نے تانیثی فکر کو تقویت بخشی۔ترقی پسند مصنفین نے تانیثی فکر کو احتجاج ونعرہ بازی سے یکسر مختلف گردانا اور ادب کے تانیثی مطالعے کا رخ حق وانصاف کی فراہمی کی جانب موڑا۔ پدرسری سماج کی حاکمیت کو للکارا اور جنسی وطبقاتی تخصیص کی شکار خواتین کے لیے راہیں ہموار کرنے کی عملی کوششیں کیں۔تانیثی مصنفین نے خواتین کو ان کے جائز حقوق دلوانے کی ٹھانی اور اس کا اظہار ادب میں کھل کر کیا ہے۔بقول جان نثار مومن:

> ''خواتین اردو ادب میں تانیثیت کی پہلی واضح آواز رشید جہاں اور عصمت چغتائی سے بلند ہوئی۔جن کے موضوعات، جذبات، کیفیات نفسیاتی اور ردعمل کے ہیں۔ جو ایک وفادار بیوی،فرماں بردار بیٹی،کسان ومزدور خواتین کے ہاتھوں کے چھالے،لڑکیوں کی کم عمری کی شادیوں کے مضر اثرات،مردوں کی روایتی وفاداری،لطیف جذبوں کو صیغہ آواز میں باندھنے کی سعی کی تھی۔''(٦)

نوآبادیاتی تناظر میں اردو ادب میں تانیثی افکار ومباحث،نذر سجاد حیدر،صغرا ہمایوں،ضیا بانو،عباسی بیگم، حجاب امتیاز علی تاج، بشری رحمٰن، جمیلہ ہاشمی،قرۃ العین حیدر،ہاجرہ مسرور،خدیجہ مستور،ممتاز شیریں،فرخندہ لودھی، رضیہ فصیح احمد،اے آر خاتون،وحیدہ نسیم،سلمی کنول،رضیہ بٹ کے ہاں بہت انوکھے انداز میں ملتا ہے۔ان خواتین مصنفین نے عورت کے کرب واستحصال کا اظہار جس طرح اپنی تحریروں میں کیا وہ مرد لکھاریوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ان کے ہاں عورت مرد کی طرح احساسات وجذبات سے بھرپور مکمل،متحرک اور فعال شخصیت کے طور پر نظر آتی ہے۔ڈاکٹر ایم۔سلطانہ بخش لکھتی ہیں:

> ''قرۃ العین حیدر کے ہاں آزادی نسواں کا ایسا تصور ملتا ہے کہ جس میں لڑکیاں لڑکوں کے برابر ہیں بلکہ بعض صورتوں میں لڑکوں کو کاٹتی ہوئی آگے نکل رہی ہیں۔عورت کی نفسیات کو عورت بہتر طور پر سمجھ سکتی ہے۔جمیلہ ہاشمی کے آتش رفتہ میں دادی،الطاف فاطمہ کے دستک نہ دو میں گیتی آرا،آنگن میں عالیہ اور آگ کا دریا میں چمپا کا کردار نفسیاتی ژرف نگاہی کے بہترین نمونے ہیں۔''(٧)

نثر میں تانیثی اظہار کے علاوہ نوآبادیاتی ہندوستان میں اس سے قبل خواتین نے شعری دنیا میں بھی طبع آزمائی کی ہے جن میں اعیمہ،لطف النسا،پروین،جمیلہ،ماہ لقا چندا بائی،حجاب،شمس النسا،سلطانی بیگم،شیریں، نواب صدر محل بیگم،زاہدہ خاتون،نوشابہ خاتون،خیر النسا،تسنیم،تہنیت،شفیقا، پنہاں وغیرہ کے نام نمایاں اہمیت کے حامل ہیں۔ان شاعرات نے سماجی پابندیوں اور مسائل کے باوجود اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے لیکن ان کا لب ولہجہ اور شعری رویہ پدرانہ نظام معاشرے کے باعث زیادہ کھل کر سامنے نہ آسکا۔

ایم سلطانہ بخش لکھتی ہیں :

''ابتدائی شاعری میں عورت کا اظہار بھی مرد ہی کی طرح ہوتا تھا کیونکہ بنیادی طور پر یہ معاشرہ مرد کا تھا۔وقت کے ساتھ ساتھ عورت کے روایتی کردار میں تبدیلی آئی۔اس کی مختلف سماجی وجوہات ہیں،جن میں ایک معاشرتی ابتری بھی ہے کہ اس وجہ سے خواتین کو گھر سے نکل کر باہر آنا پڑا اور انھیں اپنی رنگ ذات کا احساس ہوا۔یہی احساس شعر میں ایک علیحدہ انا کے طور پر آیا۔صیغہ مذکر کے بجائے صیغہ تانیثیت کی تبدیلی سے بھی ایک نیا مزاج ابھرا۔''(۸)

ترقی پسند تحریک اور اس کے نظریات کی بدولت عورت کے سیٹر یوٹائپ کردار میں بہت حد تک تغیرات نمودار ہوئے۔خواتین شاعرات کو نئے شعور کا احساس پیدا ہوا جس کا بہت گہرا تعلق عورت کی سماجی حیثیت سے تھا۔پہلے پہل تو عورت کا کردار جذبات واحساسات کے اظہار تک مقید تھا بعد ازاں اس نے اپنے دائرہ کار میں اتنی وسعت پیدا کر لی کہ سیاسی وسماجی معاملات پر بھی اپنی رائے کا آزادانہ اظہار کرنے لگی۔ جدید دور کی نامور شاعرات میں صف اول نام ادا جعفری کا ہے۔پہلی مرتبہ خاتون شاعرہ کی حیثیت سے انھوں نے صیغہ تانیث کا استعمال نہایت جرات و بے باکی سے کیا ہے۔ان کے ہاں صاف محسوس ہوتا ہے کہ تخلیق کار مرد نہیں بلکہ عورت ہے۔

تم پاس نہیں ہو تو عجب حال ہے دل کا
یوں جیسے میں کچھ رکھ کے کہیں بھول گئی ہوں(۹)

ادا جعفری کے بعد دوسرا اہم نام زہرہ نگاہ کا ہے۔زہرہ نگاہ اپنے روایتی انداز اور فن شعر کی پختگی کی وجہ سے ہر دلعزیز شاعرہ ہیں۔ان کے کلام میں ایک ایسی عورت کا وجود نظر آتا ہے جو اپنے استحصال کی بدولت معاشرے کی بھٹی میں تپ کر کندن بن چکی ہے اور تمام مسائل کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی طاقت وقوت کی متحمل ہے۔ان کی نظموں اور غزلوں میں آزاد وخود مختار عورت کا وجود جھلکتا ہے۔عہد جدید کی شاعرات اور ان کے شعری شعور کے متعلق ایم سلطانہ بخش لکھتی ہیں :

''جدید شاعرات کے یہاں اس امر کا احساس ہے کہ انھیں عورت ہونے کے ناتے اپنے حقوق اور آزادیوں سے محروم نہیں رکھا جا سکتا۔بلکہ انھیں صنفی مساوات پر اصرار ہے اور اس کے جواز کو بھی ایک مسئلہ بنایا ہے۔محض مراعات کی بخشش مسئلے کا حل نہیں ہے۔اس کے لیے عورت کے نفسیاتی جذباتی اور مابعد الطبعیاتی وجود کو تسلیم کرنا پڑے گا۔''(۱۰)

مندرجہ بالا اقتباس اس امر کا غمازی ہے کہ تانیثی فکر نے عورتوں کو حوصلہ دینے،آگے بڑھنے کا جذبہ،اپنے حقوق سے مکمل آگاہی دلائی ہے۔اور یوں اردو ادب کی علم بردار خواتین نے تانیثی جذبات،

احساسات،تخیلات،انانیت،خلوص،ایثار،محبت،بلاواسطہ انداز کوالفاظ کے قالب میں ڈھال کر،اسلوب بیان کی عظمت سے اسکی قوت ارادی کو بڑھادیا ہے۔اردوادب بالخصوص شاعری میں تانیثی افکار کوتقویت بخشنے میں فہمیدہ ریاض ایک مرکز کی حیثیت رکھتی ہیں جنھوں نے عورت کوایک لاابالی،جذباتی لڑکی سے ایک باشعورفرد بننے تک کے مختلف مراحل پر قلم اٹھایا ہے۔فہمیدہ ریاض نے اپنی شاعری میں نہ صرف عورت کے جذبات واحساسات کی بھرپورنمائندگی ہے بلکہ ان کے ہاں عورت جامدنہیں بلکہ معاشرے کا اہم اورمتحرک کردار ہے۔ان کے ہاں نسائیت سے متعلق سیاسی وسماجی نظریات،تصورات،صنفی استحصالی رویوں کے خلاف مزاحمتی رنگ بھی نظر آتا ہے۔

اسی لب ولہجہ اوررنگ میں رنگی ہوئی ایک خاتون شاعرہ کشورناہید سامنے آتی ہیں۔کشورناہید کا نسائی شعوراس امر کا متقاضی ہے کہ وہ صرف عورت کے جذبات واحساسات کی ترجمان ہی نہیں ہیں بلکہ وہ اس کو بحیثیت انسان،ایک فعال معاشرتی فرد کے تسلیم کرواتی ہیں۔ابتداً طبقہ نسواں کی مظلومیت ان کا مستقل موضوع بنتی گئی اوربالاخراس نے بغاوت کا روپ دھارلیا۔کشورناہید کوعموما نقادمردمعاشرے کے خلاف باغی مشاعرہ قرار دیتے ہیں۔کشورناہیدعورت کے سماجی مقام کااظہار کچھ اس طرح سے کرتی ہیں:

گھاس تو مجھ جیسی ہے/ ذرا سر اٹھانے کے قابل ہو
تو کاٹنے والی مشین/اسے مخمل بنانے کا سودا لیے
ہموار کرتی رہتی ہے/عورت کو بھی ہموار کرنے کے لیے
تم کیسے کیسے جتن کرتے ہو(۱۱)
مرے پیروں میں زوجیت/ اورشرم وحیا کی بیڑیاں ڈال کر
مجھے مفلوج کر کے بھی/تمھیں یہ خوف نہیں چھوڑے گا
کہ میں تو چل نہیں سکتی/مگر سوچ تو سکتی ہوں
آزادرہنے،زندہ رہنے/اورمرے سوچنے کا خوف
تمھیں کن کن بلاؤں میں گرفتار کرے گا(۱۲)

ان شاعرات کے فکر،سوچ کے درمیان پوری یگانگت ہے اوراپنے جذبوں کے اظہار میں یہ کھری اور سچی ہیں۔تانیثی فکر کی پروردہ دیگر شاعرات میں پروین فنا سید،حبہ خاتون،شبنم شکیل،پروین شاکر،عرفانہ عزیز،نوشی گیلانی،شاہین مفتی،صائمہ خیری،ثمینہ راجہ،آمنہ یوسف،وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

مجموعی طور پر اگر دیکھا جائے تو تانیثی زبان وادب اورنوآبادیات کے حوالے سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ادب سماج کا عکاس ہوتا ہے اورتانیثی فکر نے اس وقت زور پکڑا جب مغربی افکار ونظریات نوآبادیاتی عہد میں ہندوستان میں واردہوئے۔عورت ایسی زندگی بسر کر رہی تھی جو مرداساس معاشرہ کی

جانب سے اسے بخشی گئی ۔وہ اپنی ذات، ذاتی شخصیت کے تقاضوں کو ترک و مسخ کر کے پدر سماج کے طے کردہ اصول وضوابط کے مطابق ساری زندگی بسر کرتی ہے۔اگر کہیں معاملات زندگی میں فیصلہ لینے کی خواہش مند نظر آتی بھی ہے تو اسے اس فیصلے سے متعلق حوصلہ واعتماد دینے کے بجائے احساس دلایا جاتا ہے کہ نتائج کی ذمہ دار صرف اور صرف وہ خود ہوگی۔یوں بظاہر آزاد اور خودمختار عورت بھی کسی نہ کسی طرح پابندیوں میں جکڑی ہوئی نظر آتی ہے۔جہاں تک ادب میں تانیثیت،نسائیت کا تعلق ہے تو صرف اردو ہی نہیں بلکہ تمام زبانوں میں تخلیق کیا جانے والا ادب عورت کا آئینہ ثابت ہوتا ہے۔چنانچہ قلم سے موقلم تک ہر صورت و انداز میں صنف نازک کی تصویر کشی کی گئی مگر آخر میں پھر بھی تشنگی محسوس ہوتی ہے کیونکہ اس میں اس کی حیثیت،سماجی مقام و مرتبے،حقوق پر کوئی بات نہیں کی گئی۔صنف نازک سمجھ کر جسمانی کمزرویوں کی جانب توجہ مبذول کی گئی اور کسی بھی طرح مردوں کے مقابلے عزت و اہمیت نہیں دی گئی۔ادب میں جب خواتین مصنفین نے قدم رکھا اور اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا جوہر دکھانے کا موقع نصیب ہوا تو انھوں نے اپنی صنف جو حاشیہ بردار کی حیثیت رکھتی تھیں ان کے لیے سماجی مساوی برتاؤ اور حیثیت کا علم بلند کیا۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) فیض احمد فیض،صلیبیں میرے دریچے میں،مکتبہ دانیال،کراچی،۱۹۹۲ء،ص ۷۲

(۲) عصمت جمیل،ڈاکٹر،نسائی شعور کی تاریخ(اردو افسانہ اور عورت)،مقتدرہ قومی زبان پاکستان،اسلام آباد،۲۰۱۲ء،ص ۸۰

(۳) جان نثار مومن،تانیثیت: چند مباحث،اردو ریسرچ جنرل،اپریل،اگست،۲۰۱۶ء،ص ۵۸

(۴) ابوالکلام قاسمی،تانیثیت کے مباحث،ماہنامہ اردو دنیا،فروری،نئی دہلی،۲۰۱۲ء،ص ۲۰

(۵) زاہدہ حنا،عورت: زندگی کا زنداں،عامر شہزاد پرنٹرز،کراچی،۲۰۰۴ء،ص ۱۹۲

(۶) جان نثار مومن،تانیثیت: چند مباحث،اردو ریسرچ جنرل،اپریل،اگست،۲۰۱۶ء،ص ۵۸

(۷) پاکستانی ادبیات میں خواتین کا کردار،علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،اسلام آباد،۱۹۹۶ء،ص ۴۲۱

(۸) ایضاً،ص ۱۳۴

(۹) ایضاً،ص ۹۷

(۱۰) ایضاً،ص ۱۰۸

(۱۱) کشور ناہید،گلیاں،دھوپ،دروازے،منظور پریس،لاہور،۱۹۷۶ء،ص ۱۷

(۱۲) کشور ناہید،کلیات دشت قیس میں لیلی،سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۰۱ء،ص ۸۲۴